صبح امید

مع

مسدس قومی

مصنفہ

جناب مولانا محمد شبلی صاحب نعمانی پروفیسر مدرسۃ العلوم مسلمانان

ماہ جولائی سنہ ۱۸۸۹ء

قومی پریس لکھنؤ چوک میں باہتمام محمد نثار حسین چھپی

تعداد طبع .. .. بارہ سو جلد
قیمت فی جلد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صبح امید

ادراکِ حالِ ما زنگہ میتوان نمود
حرفے زحالِ خویش بہ سیما نوشتہ ایم

کیا یاد نہین ہمین وہ ایام؟ — جب قوم تھی مبتلاے آلام
وہ قوم کہ جان تھی جہان کی — جو تاج تھی فرق آسمان کی
تھے جسپہ نثار فتح و اقبال — کسرےٰ کو جو کر چکی تھی پامال
گل کر دیے تھے چراغ جسنے — قیصر کو دیے تھے داغ جسنے
وہ نیزہ خون فشان کہ چلکر — ٹھہرا تھا فرانس کے جگر پر
روما کے دھوین اوڑا دیے تھے — اٹلی کو کنوین جھنکا دیے تھے
باایں‌ہمہ جاہ و شوکت و فر — اقلیم ہنر بھی تھے مسخّر
ہیئت مین بلند پایہ اوسکا — تھا فلسفہ زیرِ سایہ اوسکا

منطق میں ہوئی جو گرم جولان
تھامے تھے رکاب مصر و یونان

میدان سخن جو رو برو تھا
فارس کی زبان پہ طرّقوا تھا

جو فلسفیان ہند و چین تھے
خرمن سے اسی کے خوشہ چین تھے

یہ قوم کہ تاجِ آسمان تھی
اب کوئی گھڑی کی میہمان تھی

تھے جان کے پڑ گئے جو لالے
ہر سانس پہ لیتی تھی سنبھالے

جس چشمے سے اِک جہان تھا سیرآب
وہ سوکھ کے ہو رہا تھا بی آب

پامال ہوا تھا بوستان کیا!
آئی تھی بہار پر خزان کیا!

وہ ابر کہ چھا رہا تھا یکسر
دو دن ہوئے کھل گیا برس کر

پستی نے دبا لیا فلک کو
خورشید ترس گیا چمک کو

اب خضر کو گمرہی کا ڈر ہے
عیسی کو تلاشِ چارہ گر ہے

جو ابر ابھی برس گیا ہے
اِک بوند کو اب ترس گیا ہے

اسلام کی جان پر بنی ہے
دم توڑ رہا ہے جانکنی ہے!

ہر چند یہ ہو چکی تھی حالت
ہم تھے وہی مستِ خوابِ راحت

غفلت نے ڈبو دیا تھا ہمکو
تقلید نے کھو دیا تھا ہمکو

مٹنے پہ جو تھا نشان ہمارا
خواب اور ہوا گران ہمارا

غفلت کے یہ چل رہے تھے جھونکے
گو صبح ہوئی - پہ ہم نہ چونکے

کس نیند مین سو گئی تھین آنکھین؟
بیکار سی ہو گئی تھی آنکھین بھی

ادراک و خرد سے بر طرف تھا
دل یا کوئی پارۂ خزف تھا؟

بیکار تھا - بے نظام تھا دل
پہلو مین براے نام تھا دل

تھے ہوش و حواس سب معطل
سیدھی تھی غرض نہ ایک بھی کل

تھی روز بروز حالت ابتر
بن بن کے بگڑ چلا مقدر

پیچھے ہٹنے لگی تھی بڑھکر
دریا یہ اُتر چلا تھا چڑھکر

عزت نہ رہی - نہ جاہ و ثروت
افلاس کی بج چکی تھی نوبت

دولت سے جو ہاتھ دھو چکے تھے
ہم علم و ہنر بھی کھو چکے تھے

وہ فلسفۂ کہن ہمارا
گنجینۂ علم و فن ہمارا

وہ اوجِ کمالِ نکتہ دانی
یعنے وہ مسائلِ معانی

منقول کی انتہاے تکمیل
آئین و اصولِ جرح و تعدیل

ترتیب گذارشِ دلائل
اسطرح کے اور بھی مسائل

اندوختۂ سلف تھا جو کچھ | وہ لعل تھا یا خزف تھا جو کچھ
تھی ذرۂ خاک۔ یا ستارے | اب کچھ نہین ہاتھہ مین ہمارے
معقول کو۔ فقہ کو۔ ادب کو | ہم ہاتھہ سے کھو چکے ہین سبکو
بیہودہ فسانہا سے پارینؔ | زلف وخط وخال کے مضامین
وہ نوکِ مژہ کی نیزہ بازیؔ | وہ ترکِ نگہ کی فتنہ سازی
یہ طرز خیال تھا ہمارا | یہ فن۔ یہ کمال تھا ہمارا
جغرافیۂ وجود سارا | ہر چند کہ ہمنے چھان مارا
کی سیر بھی گرچہ بحر و بر کی | لیکن نہ خبر ملی کمر کی
نالون کے دکھائے جب تماشے | گردون کے اڑا دیے پرخچے
دریا ٹھہرا یا چشمِ تر کو | خون نابہ فشان کہا جگر کو
چھیڑا رگِ دل کو نیشتر سے | نالون کو لڑا دیا اثر سے
اس کوچۂ تنگ و تار سے ہم | اس پیچ سے اس حصار سے ہم
کھایا کیے گو ہزار چکر | تا زیست نکل سکے نہ باہر
چرچا یا ذکر تھا۔ تو یہ تھا | جولانگہِ فکر تھا۔ تو یہ تھا

اپنی تو ہمین نہ کچھ خبر تھی
اورون کے عیوب پر نظر تھی

لڑتے تھے بات بات مین ہم
ڈوبے تھے تعصبات مین ہم

دکھلائی کمال دینداری
مومن کو بنا دیا جوناری

تکفیر - ہمارا ہی چلن تھا
زندیق - تو تکیۂ سخن تھا

دشمن کو نہ کرسکے موافق
مومن کو بنا دیا منافق

گمراہ تو سیکڑون بنائے
رستے پہ نہ ایک کو بھی لائے

خُلقِ نبوی کی تھی یہ تصویر!
آپس مین ہر ایک گرمِ تکفیر

تصنیف مین گالیونکی بھرمار
تحریر - کہ لعنتون کا انبار

برپا تھے وہ مسجدونمین فتنے
دیکھے نہ سُنے کبھی کسی نے

آپس مین نفاق کا یہ عالم!
یہ اوس سے خفا - وہ اِس سے برہم

اللہ ری یہ وفورِ غفلت!
سمجھے تھے رواج کو شریعت!

باطل پہ فدا - تو حق سے بیزار!
تقلید پہ کِس بلا کا اصرار!

دیندار برائے نام تھے ہم
وابستۂ رسمِ عام تھے ہم

تھے رسم ورواج پر فدا سب
تحقیق سے کچھ غرض نہ مطلب

سمجھے نہ ذرا - کہ وقت کیا ہے؟ / کس سمت زمانہ چل رہا ہے؟

نیرنگیون پر نہ کچھ نظر کی / یعنی کہ ہوا ہے اب کدھر کی

کیا پیش ہے؟ کیسی صورتین ہین / کیا وقت ہے؟ کیا ضرورتین ہین

رنگ و روشِ سپہر کیا ہے؟ / اب طرزِ خرامِ دہر کیا ہے؟

ہین چرخ کی اب نئی ادائین / چلنے لگین اور ہی ہوائین

چھیڑے جو گئے نئے فسانے / نغمہ وہ رہا - نہ وہ ترانے

پھونکا ہے فلک نے اور افسون / اب رنگِ زمانہ ہے دگرگون

سیارے ہین اب نئی چمک کے / وہ ٹھاٹھ بدل گئے فلک کے

اب صورتِ ملک و دین نئی ہے / افلاک نئے - زمین نئی ہے

سب بھول گئے ہین ماسبق کو / گردون نے اولٹ دیا ورق کو

تیور جو بدل گئے قضا کے / ڈھنگ اور ہین چرخِ فتنہ زا کے

میخانۂ اوّلین ہمارا / وہ جام - وہ ساتگین ہمارا

وہ لطف کے تذکرے - وہ فرصت / وہ گرمیِ انجمن - وہ صحبت

وہ سحر و فسونگری زبان کی / وہ طرز - وہ شوخیان بیان کی

وہ دُرج دُرِ سخن ہمارا
گنجینۂ علم و فن ہمارا

جو زینت و ساز تھے ہمارے
جو مایۂ ناز تھے ہمارے

جس باغ کے برگ و ساز تھے ہم
یعنی کہ چمن طراز تھے ہم

جو دشت تھا سبزہ زار ہم سے
جس باغ پہ تھی بہار ہم سے

جس بزم کے میگسار تھے ہم
جس ملک کے تاجدار تھے ہم

جھونکے جو چلے نئی ہوا کے
آغوش مین آگیا فنا کے

وہ بزم رہی۔ نہ جام و ساغر
یکبار اولٹ گیا وہ دفتر

دیکھی یہ روش تو پھر خرد مند
ہوتے گئے طرزِ نو کے پابند

گرنے بھی نہ پائے تھے کہ سنبھلے
بدلا جو زمانہ۔ وہ بھی بدلے

طرز و روشِ زمانۂ حال
جس ڈھنگ پہ ہی چلی وہی چال

یاران اور جو قافلے روان ہین
سب بادِ صبا سے ہمعنان ہین

لیکن نقشِ زمین رہے ہم
بیٹھے تھے جہان وہین رہے ہم

گر کر نہ کبھی اوبھر سکے ہم
بگڑے۔ تو نہ پھر سنور سکے ہم

گو غیر اب اہلِ انجمن ہین
ہم گرمِ فسانۂ کہن ہین

ابتک ہین بغفلت آرمیدہ
محوِ چمنِ خزان رسیدہ

ہر چند وہ بزم ہی نہ احباب
ہم دیکھہ رہے ہین پر وہی خواب

گو لطمہ خورِ زمانہ ہین ہم
مخمورِ مئے شبانہ ہین ہم

اُس گنج گہر پہ ہم ہین نازان
جسکا کوئی جوہری نہین یان

قائم جو وہ انجمن نہین ہے
اس نقد کا اب چلن نہین ہے

اب عیب ہین سب ہنر ہمارے
ہین پوچھتے کم گہر ہمارے

از بسکہ ذلیل و خوار ہین ہم
افسانۂ روزگار ہین ہم

ہی اوج پہ بختِ بد ہمارا
دیکھے کوئی جذر و مد ہمارا

کیا کوئی سُنے فغان ہماری
دلدوز ہے داستان ہماری

ہم مایۂ عبرتِ جہان ہین
ہم ننگِ زمین و آسمان ہین

ناچار ہین خستہ حال ہم ہین
عبرتکدۂ زوال ہین ہم

مِٹنے پہ ہی اب نشان ہمارا
گم گشتہ ہے کاروان ہمارا

کس ندانست کہ منزلگہِ مقصود کجاست
این قدر ہست کہ بانگِ جرسے مے آید

ماتم تھا یہی - کہ آئی ناگاہ | اک سمت سے اک صداے جانکاہ

اس شان سے تھی وہ آہِ دلگیر | پہلو مین اثر - بغل مین تاثیر!

دل ہاتھ سے لینے مین بلا تھی! | جادو تھی؟ فسون تھی؟ جای کیا تھی!

ڈوبی ہمہ تن جو تھی اثر مین! | نشتر سی اوتر گئی جگر مین!

جس سمت سے آئی تھی وہ آواز | وہ جلوہ نماے سحر و اعجاز

جنبش جو ہوئی رگِ اثر کو | دل تھام کے سب بڑھے ادھر کو

دیکھا - تو وہان بجاہ و تمکین | آیا نظر ایک پیرِ دیرین

صورت سے عیان جلالِ شاہی | چہرے پہ فروغ صبحگاہی

وہ ریش لطیف کی سپیدی! | چھٹکی ہوئی چاندنی سحر کی

پیری سے کمر مین اک ذرا خم | توقیر کی صورتِ مجسّم!

وہ ملک پہ جان دینے والا | وہ قوم کی ناؤ کھینے والا

اوٹھتے ہوئے جوش سے برقّت | ہے مرثیہ خوانِ قوم و ملّت

لب پر ہے فغان کہ اب بھی جاگو! | اے خوابِ گران کے سونے والو!

آخر کبتک یہ خوابِ غفلت؟ | اوٹھو تو ذرا نقابِ غفلت!

تا چند رہو گے مست و سرشار؟ — اوٹھو! کہ سحر ہوئی نمودار

سوچو تو ذرا! کہ حال کیا ہے؟ — کس خواب مین ہو؟ خیال کیا ہے؟

غفلت مین جو شب بسر ہوئی ہے — لو! اب تو اوٹھو! سحر ہوئی ہے

کچھ تمکو خبر ہے۔ یا نہین ہے! — کچھ دل پہ اثر ہے۔ یا نہین ہے؟

اغیار کے طنز کو بھی سنکر — لگتے نہین کیا جگر پہ نشتر!

دیکھو تو ذرا یہ حالتِ زار! — کیون قیدِ بلا مین ہو گرفتار؟

ہو گرد رہِ صفِ پسین کیون؟ — اس بزم مین خوار ہو تمھین کیون؟

کیون تیرِ ستم کے ہو نشانہ؟ — بگڑا ہے تمھین سے کیون زمانہ!

کسنے تمھین اوج سے اوتارا! — اقبال نے کیون کیا کنارا!

کیون بار ہو تم دلِ زمین پر! — کیون برقِ بلا گری تمھین پر؟

کس پیچ مین رہگئے ہو پھنسکر — کیا ہے کہ اوجڑ گئے ہو بسکر؟

افلاس مین تم جو ہو گرفتار — بیٹھے ہو جو نقشِ پا سے بیکار

شکوے ہین جو بے زری کے تمکو — لالے ہین جو نوکری کے تمکو

حرفت کو جو کر چکے ہو غارت — برباد جو ہو چکی تجارت

ہر علم و ہنر سے بے خبر ہو — صنعت مین جو تم شکستہ پر ہو

مدخل جو نہین کمال مین کچھ — وسعت جو نہین خیال مین کچھ

افعال جو سخت مبتذل ہین — تدبیر کے دست و پا جو شل ہین

رونا ہی تمھین اب آج جنکا — خود کردہ ہین کیا علاج اُنکا

غفلت مین جو خوب سو چکے ہو — ہونا جو نتھا۔ وہ ہو چکے ہو

دنیا کے نہ کام کے۔ نہ دین کے — افسوس! رہے نہ تم کہین کے

نکبت کی گھٹا ہی سر پہ چھائی — افلاس کی ہر طرف دُہائی

اب عیش نصیب ہے۔ نہ آرام — گھر گھر مین مچا ہوا ہے کہرام

برباد پڑے ہین کارخانے — نکبت نے مٹا دیے گھرانے

رونق کا اثر نہ عیش کی بو — اِک خاک سی اوڑ رہی ہے ہر سو

امید کے دن کی ہو چکی شام — خورشید اب آگیا لبِ بام

اب وقت اخیر ہے خبر لو! — جو کچھ کرنا ہے اب بھی کر لو!

تا دیر وہ قوم کا فدائی — وہ خضرِ طریقِ رہنمائی

اُٹھتے ہوئے جوشِ دل سے پیہم — عبرت کا دکھا رہا تھا عالم

افسانۂ غم سُنا کے ٹھہرا | سوتون کو جگا جگا کے ٹھہرا

جادو کی بھری ہوئی وہ تقریر | ہونٹون سے ٹپک رہی تھی تاثیر

ترغیب کے ساتھ ساتھ تہدید | کچھ یاس - تو کچھ نوید امید

کچھ لطف بھی تھا عتاب کے ساتھ | تھا زہر - پہ قند ناب کے ساتھ

باتون مین اثر تھا کس بلا کا؟ | اکبار جو رخ پھرا ہوا کا

امید کی بڑھ گئی تگ و تاز | اونچی ہوئی حوصلون کی پرواز

خواہش کے بدل گئے ارادے | ہمّت نے قدم بڑھائے آگے

وہ دوڑ چلے جو پا بگل تھے | آندھی ہوئے جو فسردہ دل تھے

جو تھا وہ عجیب جوش مین تھا | مخمور بھی اب تو ہوش مین تھا

اب ملک کے ڈھنگ تھے نرالے | اخبار کہین - کہین رسالے

تعلیم کے جابجا وہ جلسے | گھر گھر مین ترقیون کے چرچے

بنتا اب ہر ایک جزو کُل تھا | ہر بار "بڑھے چلو" کا غُل تھا

نومیدی از وصال تو طاقت گداز بود
صد جا گرہ زدیم امیدِ بریدہ را

اسلام کی حالتِ زبون کا — آنکھون مین جو پھر گیا تھا نقشا
تھا صبر و شکیب کا نہ یارا — غیرت نے دلون کو پھر ابھارا
تدبیرِ مرض کی جستجو تھی — ہر بزم مین اب یہ گفتگو تھی
"یعنی روشِ علاج کیا ہو؟ — بیمار کو کسطرح شفا ہو؟
کیا ہو کہ ابھر چلین ذرا ہم! — اس قیدِ بلا سے ہون رہا ہم
یہ پھانس چبھی ہوئی نکلجائے — بیمارِ اجل ذرا سنبھل جائے
وابستۂ غم کی جان بری ہو — سوکھی ہوئی شاخ پھر ہری ہو
یہ قوم کی بیکسی تو جائے — یعنی یہ مریض جی تو جائے"
تھی بسکہ ہر ایک کو یہی فکر — برسون یہی بحث تھی۔ یہی ذکر
ہر بزم مین تذکرہ یہی تھا — ہر شخص کا مشغلہ یہی تھا
دانش طلبانِ نکتہ دان نے — عیسی نفسانِ خوش بیان نے
ترتیب دیے بکاوش و کد — تیئیس ۲۳ رسالہاے مفرد
لکھے بدلائل و براہین — اس بحث پہ مختلف مضامین
وہ نکتہ ورِ حقیقت آگاہ — یعنی مہدی علی ذیجاہ

سید اشرف علی ممتاز — مشتاق حسین نکتہ پرداز

انکے قلمِ گہر فشان نے — آئین گذارشِ بیان نے

آسان کردی ہر ایک مشکل — ناطی شدہ رہگئی نہ منزل

جو بحث تھی دلنشین کی تھی — ہر بات کی چھان بین کی تھی

"اسلام کا وہ عروجِ شاہی — وہ اوج وہ شان کجکلاہی

ایوانِ علوم کی وہ تزئین — تحصیلِ کمال کے وہ آئین

تکمیلِ فنون مین توغّل — اکبار پھر انکا وہ تنزل"

اس طرح غرض کہ جذر و مد کا — کھینچا تھا وہ ٹھیک ٹھیک نقشا

تصویر سی پھر گئی نظر مین — جان آگئی قالبِ اثر مین

اسباب و علل سے بحث کی پھر — یعنی کہ "یہ انقلاب نادر

کِسبات سے ہی؟ سبب ہوا کیا؟ — وہ باعثِ اوج اب ہوا کیا؟"

پھر اصل سخن یہ کی جو تقریر — یعنی روشِ علاج و تدبیر

تحقیق کے طے کیے مراحل — واکر دیے عقد ہاے مشکل

تدبیر کی صورتین بتائین — جو جو تھین ضرورتین بتائین

القصہ یہ بات کی تھی تسلیم — یعنی کہ علومِ نو کی تعلیم

تدبیرِ شفا جو ہے۔ تو یہ ہے — اس دکھ کی دوا جو ہے۔ تو یہ ہے

سہتے ہین جو یون غم و تعب ہم — تدبیر یہی ہے بس کہ اب ہم

تقویمِ کہن سے ہاتھ اُٹھائین — تہذیب کے دائرے مین آئین

سیکھین وہ مطالبِ نو آئین — یورپ مین جو ہو رہے ہین تلقین

تہذیب کے وہ اصولِ نایاب — وہ طرزِ معاشرت کے آداب

وہ گنجِ گرانِ دانش و فن — وہ فلسفۂ جدید بیکن

کیپلر کی وہ نکتہ آفرینی — نیوٹن کے مسائلِ یقینی

اس فیض سے ہم بھی بہرہ ور ہون — ہم بھی اسی کان کے گہر ہون

جوہر جو کمال کے دکھائین — اس بزم مین ہم بھی بار پائین

ہمت کے کھلین جو بالِ پرواز — اس اوج مین ہم بھی ہون عنان تاز

گو صعب نہین ہین یہ مراحل — ہمکو ہے مگر یہ تازہ مشکل

قائم ہین جو آج درسگاہین — جنپر ہین اُٹھی ہوئی نگاہین

سرکار سے ہے قیام جنکو — حاصل ہے قبولِ عام جنکو

اورون کی اگرچہ رہنما ہین — اونکے لیے نسخۂ شفا ہین

جس غم سے مگر تباہ ہین ہم — اوس زخم کے یہ نہین ہین مرہم

اوس درد کی یہ دوا نہین ہین — ناخن یہ گرہ کشا نہین ہین

پیاسے نہین ہم اس ابر ویم کے — درمان یہ نہین ہمارے غم کے

اپنے تو یہ چارہ گر نہین ہین — ہر چند کہ ہین - مگر نہین ہین

تعلیم ہی صرف ہو جو مقصود — کافی ہے یہ جس قدر ہے موجود

ادبار کے ہین مگر جو آثار — ہم ایک ہین اور ہزارون آزار

ذلت سے بھری ہر ایک جو ہے — اخلاق مین سفلہ پن کی بو ہے

آئینِ معاشرت مین بھی ہم — محتاج ہین تربیت کے اسدم

تہذیبِ خیال بھی ہے درکار — تحصیلِ کمال بھی ہے درکار

مقصود ہے دولتِ یقین بھی — تعلیم اصولِ شرع و دین بھی

تکمیلِ طریقِ پاکبازی — ترویج شریعتِ حجازی

درس لغتِ عرب کم و بیش — اتنی جسے مشکلین ہون درپیش!

پھر غیر سے کیا ہو چارہ جوئی! — کس کس کا کرے علاج کوئی!

تدبیر یہ ہے کہ اب سنبھلکر — ہم آپ کھڑے ہون اپنے بل پر

وابستۂ غیر تھے اگر ہم — اب آپ ہون اپنے چارہ گر ہم

اس دشت کو طے کرین سراسر — ہم آپ دلیلِ راہ بنکر

قائم ہو باتفاق باہم — اک مدرسۃ العلوم اعظم

جو قوم کا امن و مقر ہو — درمان ہو- طبیبِ چارہ گر ہو

وہ کعبۂ آرزو ہمارا — ہر غم مین ہو چارہ جو ہمارا

آئین و اصولِ فن بتائے — آدابِ معاشرت سکھائے

وہ درسگہِ خجستہ انجام — ہو پشت و پناہِ قومِ اسلام

ہر عقدۂ آرزو کرے وا — مرکز ہو ہماری حاجتون کا

سامان روائے غرض ہو — یعنی کہ دوائے ہر مرض ہو

درمان ہو مریضِ خستہ جان کا — مرہم ہو جراحتِ نہان کا

مشاطہ را بگو کہ براسبابِ حسنِ یار
چیزے فزون کند کہ تماشا بما رسید

والا گہران قوم نے اب — اک مجلسِ تازہ کی مرتب

دیباچۂ نامۂ سعادت ؎ — یعنی وہ خزینۃ البضاعت
رائیں ہوئیں متفق جو سبکی ؎ — اب قوم سے یاوری طلب کی
وہ کشتۂ قوم۔ وہ فدائی — اوٹھا لیے کاسۂ گدائی
ایک ایک سے عرض حال کرتا — در در وہ پھرا سوال کرتا
ہر بزم و ہر انجمن مین پھونچا — ہر باغ مین۔ ہر چمن مین پھونچا
کاوش سے غرض تھی کچھ نہ کد سے — ملتا تھا ہر ایک نیک و بد سے
مردانِ خدا پرست سے بھی — رندانِ سیاہ مست سے بھی
ہر زاہد و بادہ خوار سے بھی — ملتا تھا وہ گل سے خار سے بھی
ٹھہرا نہ جو گرمِ سیر ہوکر ؎ — کعبے بھی گیا وہ دَیر ہوکر
مطلب تھا جو خوب و زشت سے بھی — گذرا حرم و کنشت سے بھی
پستی سے مِلا فلک کی صورت — ذرّون مین رہا چمک کی صورت
صوفی۔ عالم۔ رشید۔ وگمراہ — والا گہرانِ صاحبِ جاہ
دانش طلبانِ نکتہ اندوز — کم حوصلگانِ حیلہ آموز
مطلب کا ہر اک سے تھا طلبگار — ہر خوان سے تھا وہ زلّہ بردار

گذرا وہ ہر ایک رہگذر پر
دی اُسنے صدا ہر ایک در پر

کس بزم مین یہ فغان نہ پہونچی
آہ اُسکی کہان کہان نہ پہونچی

ہر اک کو یہ ماجرا سُنایا
ہر بزم مین اپنا راگ گایا

نالے کیے داغِ دل دکھا کر
رویا کبھی حالِ غم سُنا کر

کیا کیا نہ مصیبتین اُٹھائین
ہر طرح کی ذلّتین اُٹھائین!

ناکام رہا صدائین دے کر!
دشنام سُنی دعائین دے کر!

حنظل پائے شکر کے بدلے!
سنگ اُسکو ملے گہر کے بدلے!

لعل اوسنے دیے شرار پائے!
گُل نذر کیے تو خار پائے!

کیا تلخ ملے جواب اوسکو!
کیا کیا نہ دیے خطاب اوسکو!

برگشتہ کہا کسی نے دین سے
لعنت کا صلہ ملا کہین سے!

خود قوم کو ہوگئی تھی یہ کد
زندیق کہا کسی نے مرتد!

چرچے تھے یہی زغرب تا شرق
وہ اپنی ہی دُھن مین تھا مگر غرق

گو ناوکِ ظلم کا ہدف تھا
وہ شیفتہ پھر بھی سر بکف تھا

منظور جو قوم کا تھا اعزاز
ذلت پہ بھی اپنی تھا اُسے ناز

دشنام کو وہ دعا ہی سمجھا! — وہ درد کو بھی دوا ہی سمجھا!
جور اوسنے سہے کرم کے بدلے! — لطف اُسنے کیے ستم کے بدلے!
ہر چند یہ مشکلین تھین درپیش — گو غیر تھے سب یگانہ و خویش
دل کو ترا تھا آسرا بھی — یاروں مین وفا تھی ذرا بھی
بیگانہ عزیز و خویش ٹھہرا — سمجھا جسے نوش نیش ٹھہرا
یہ زحمتین گو تھین ساتھ اُسکے — پُر زور تھے پر جو ہاتھ اُسکے
آگے وہ بڑھا ہٹا کے سبکو — طی کرکے رہا رہِ طلب کو
آئے تھے جو سنگِ راہ بنکر — سب اوڑ گئے برگِ کاہ بنکر
ناکام رہے وہ جنکو تھی لاگ — خاشاک سے دب سکی نہ یہ آگ
کی خس نے اگرچہ لاکھ تدبیر — صرصر کا نہو سکا عنان گیر
آتش پہ ٹھہر سکا نہ سیماب — خاشاک سے رُک سکا نہ سیلاب
باطل کو جو حق نے کردیا پست — اب نیست نے پائی صورتِ ہست
آہون نے دکھائی اُسکی تاثیر — کام آئے وہ نالہاے شبگیر
پُر درد جو اُسکی داستان تھی — لبریزِ اثر جو وہ فغان تھی

ٹھنڈے ہوے۔ تھے جو گرم خو بھی ۔ دل تھام کے رہ گئے عدو بھی
ہمت تھی جو شمعِ راہ اوسکی ۔ خالی نہ گئی وہ آہ اوسکی
ہونی تھی کہ قوم کے پھرین دن ۔ نالے نہ رہے اثر کیے بن
آمادہ ہوے براے امداد ۔ عالی منشانِ صاحبِ داد
وہ اوج فزاے شوکت و جاہ ۔ سرکارِ نظام خلد اللہ
وہ مستندِ عدالت و داد ۔ یعنی وہ رئیسِ مصطفیٰ باد
وہ صاحبِ سیرتِ رضیہ ۔ دستورِ کبیرِ آصفیہ
تھے ملک مین اور بھی جو ذیجاہ ۔ اسلام کے یاور و ہواخواہ
فیاضیون کے دکھائے آثار ۔ یا ابرِ کرم ہوا گہر بار
امید نے بھی برغمِ دشمن ۔ بھر بھر لیے اپنے جیب و دامن
وان بحرِ کرم کو آگیا جوش ۔ یان مطلب و آرزو تھی ہمدوش
پیدا جو ہوا خیالِ غیرت ۔ یہ تھا اثرِ کمالِ غیرت
اس جوش مین بھر گئے بد و نیک ۔ تھا چور اسی نشے مین ہر ایک
نادار تھا یا کہ اہلِ زر تھا ۔ ہر اک کو یہ مطمحِ نظر تھا

"روشن ہو یہ شمع راہِ حاجت — تعمیر ہو قبلہ گاہِ حاجت"

آخر بہزار جاہ و اجلال — طالع ہوا آفتابِ اقبال

روشن ہوئی بزمگاہِ امید — نکلا افقِ شرف سے خورشید

قائم ہوا یادگارِ ایام — وہ مدرستہ العلومِ اسلام

بنیاد کی تھی جو دلربا رسم — کس شان سے یہ ہوئی ادا رسم

مجمع تھا جو اہلِ علم و فن کا — کچھ ڈھنگ نیا تھا انجمن کا

کس شوق سے تھے شریکِ صحبت — عالی منشان قوم و ملت

جنکو کہ یہ دھن لگی تھی جی سے — پھولے نسماتے تھے خوشی سے

تھا لارڈ لٹن جو صدرِ محفل — فرزانہ و ہوشمند و عاقل

بنیاد کے سنگِ اولین کو — رکھا تو کہا کہ "اے عزیزو!

گو سرورِ انجمن ہے یورپ — سرچشمۂ علم و فن ہے یورپ

با ایں ہمہ جاہ و شوکت و فر — ہی اہلِ عرب کا سایہ پرور

سیکھے ہین اصولِ فن انھین سے — لی ہی روشِ سخن انھین سے

ہون آج جو مین شریکِ محضر — رکھتا ہون جو اس بنا کا پتھر

مقصود یہ ہے۔ یہ چاہتا ہون
اوس حق سے کسی قدر ادا ہون
خالق سے دعا ہے اب کہ جاوید
روشن رہے یہ چراغِ امید!
ذرہ ہے تو مہرِ آسمان ہو
قطرہ ہے تو بحر بیکران ہو!"

ازشرحِ قصہ مارفتہ خواب از چشم خاصان را
شب آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ میخیزد

یہ حاصلِ نالہاے شبگیر
یہ قوم کی آرزو کی تصویر
یہ اوج دہ خیالِ امید
یہ قوم کا نونہالِ امید
صد شکر کہ آج بارور ہے
جو شاخ ہے اوسکی پُر ثمر ہے
لایا ہے وہ برگ و بار کیسا!
اعدا کو ہے خار خار کیسا!
بخت اُسکا جو آج اوج پر ہے
ہر لحظہ بر رونق دگر ہے
یہ اُسکی ترقیون کا ہے طور
کل اور تھا آج ہو گیا اور
پہلے سے یہ آب و تاب ہے آج
کل شمع تھا۔ آفتاب ہے آج
اس چشمہ فیض سے ہے سیراب
بنگال سے تا حدودِ پنجاب
دانش طلبانِ قوم اکثر
ہین جمع ہر اک جگہہ سے آکر

کس نخل کے یان ثمر نہین ہین | کس کان کے یان گہر نہین ہین
اس باغ مین کوئی آکے دیکھے | اسلام کے ہونہار پودے
ہرچند یہ اوج ہی! یہ شان ہے! | وہ بات مگر ابھی کہان ہے!
سامان جو اتنے کچھ بہم ہین | ہرچند بہت ہین۔ پھر بھی کم ہین
جس دشت مین فکر ہے عنان تاز | جس اوج پہ ہے ہوس کی پرواز
جو پیش نہادِ آرزو ہے | جس سمت عنانِ جستجو ہے
جسکے لیے ناصبور ہین ہم | اوس حد سے ہنوز دور ہین ہم
ناطی شدہ منزلِ طلب ہے | امید ہنوز تشنہ لب ہے
باقی ہین بہت سے کام ابتک | تعمیر ہے ناتمام ابتک
آتا ہی یہان جو کوئی ممتاز | سنتا ہے یہ بام و در سے آواز
"ای قوم! کہان ہے تو کدھر ہے | کیون حال سے میرے بیخبر ہے!
تو۔ اور مری خبر نہ لے۔ قوم! | کس نیند مین سو گئی ہی! ای قوم!"
جو لوگ دکھا چکے ہین ہمت | اُن سے تو نہین ہے کچھ شکایت
افسوس تو اونپہ ہے۔ کہ اب بھی | ہین گم شدہ رہِ ترقی!

جلوے جو دکھا رہا ہے ادبار — اوہام غلط مین ہین گرفتار

ابتک بھی جو برسرِ کجی ہین٭ — گو اپنے ہین۔ پھر بھی اجنبی ہین

سچ یہ ہے کہ جب ضد آپڑی ہے — پھر قوم کی اونکو کیا پڑی ہے!

گو قوم شکستہ حال ہوجائے — برباد ہو۔ پائمال ہوجائے

افلاس مین ٹھوکرین بھی کھائے — اغیار کے ناز بھی اُٹھائے

پوچھے کوئی بد نہ نیک اُسکو — ٹھکرا کے چلے ہر ایک اُسکو

سہنے ہین پڑے اُسے شب و روز — اغیار کے طعنہ ہائے دلدوز

یاور نہ کوئی۔ نہ چارہ گر ہو — ہی خوار۔ تو اور خوار تر ہو٭

ہر ایک کے دل پہ بار ہوکر — مِٹ جائے ذلیل و خوار ہوکر

یہ سب ہو۔ پر اُنکی ضد نجائے — حق بات کبھی نہ دل مین آئے

گو قوم پہ لاکھہ آفتین آئین٭ — ممکن ہے کہ یہ ذرا بدلجائین!

جاتے نہین وہمِ باطل انکے — پتھر سے بنائے ہین دل اِنکے

اتنے جو نہ کج خیال ہوتے — کیون آج شکستہ حال ہوتے؟

سیّد سے اگر ہے بُغض للہ — وہ خادمِ قوم اگر ہے گمراہ

کچھ آپ ہی انتظام کرتے / اسلام کو نیکنام کرتے
باتین نہ فقط بنا کے رہتے / جو مُنہ سے کہا دکھا کے رہتے
اسلام کی دوستی تو یہ تھی / الفت کی دلیل تھی۔ تو یہ تھی
یہ وقت جو آپڑا ہے مشکل / ہی پردہ کشائے حق و باطل
اک عرصہ گہِ قبول و رد ہے / معیارِ تمیزِ نیک و بد ہے
یان حال کھُلے گا این و آن کا / دنگل ہے وفا کے امتحان کا
اے مدعیانِ حُبِّ اسلام! / حجرون مین تو اب کرو نہ آرام!
دعوے ہین۔ تو کچھ ہنر دکھاؤ! / ہمت کے قدم ذرا بڑھاؤ!
دیکھو! رہِ جستجو یہی ہے! / میدان یہی ہے! گو یہی ہے
اندازِ عرب اگر ہے خو مین! / باقی ہے وہ جوش اگر لہو مین!
موقع ہے یہی ہنر دکھاؤ! / جو کہتے تھے آج کر دکھاؤ!
کر دو جو گذشتہ کی تلافی! / ثابت ہو زمانے پر کہ اب بھی
گو دورِ فلک ہوا دگرگون / پھر بھی تو رگون مین ہے وہی خون!
اسلاف کے وہ اثر ہین اب بھی! / اِس راکھ مین کچھ شرر ہین اب بھی!

اس حال مین بھی روش وہی ہے!
اس جام مین ہے شراب باقی!
گو خوار ہین طرز و خو وہی ہے

دن ڈھل بھی گیا تپش وہی ہے!
ابتک ہے گہر مین آب باقی!
مرجھا گئے پھول بو وہی ہے!

هٰذا - ولقد بلغت اقصاه
فاسعوا! فاتوکل علی اللہ!

سرگذشت عہد گل را ہم ز بلبل میشنو[*]
عندلیب آشفتہ تر گفت ست این افسانہ را

قومی مسدس

جسکو جناب مصنف مثنوی نے قومی تھیٹر علیگڈھ مین اپنی پُر درد و پُرسوز لہجہ مین پڑھا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج کی رات یہ کیون جمع ہین احباب تمام
تھیٹر کیا ہی نظر آتا ہے کیسا عالم
نوجوانان ہنر پرور و ارباب ہمم
جوق کے جوق چلے آتے ہین کیسے پیہم
کچھ سمجھ مین نہین آتا جو یہ سب سمجھے ہین
شاید اس بزم کو یہ بزم طرب سمجھے ہین
ہے گمان انکو کہ آیا ہے تھیٹر کوئی
یا کہ اس سے بھی تماشا ہے یہ بڑھکر کوئی
اس سبھا مین بھی نظر آئیگا اندر کوئی
سبز پری کے لیے بھی آئیگا مقرر کوئی
نقل وہ ہوگی کہ دیکھی نہ سنی ہوگی کبھی
سیر وہ آج کرینگے کہ نہ کی ہوگی کبھی
کوئی کہتا ہے تھیٹر تو نہین ہے لیکن
ساز و نغمہ بھی نہو یہ تو نہین ہے ممکن
راتین کاٹی ہین اسی شوق مین ہم نے گن گن
دیکھین کیا سیر دکھاتے ہین بزرگان سخن
کچھ نہ کچھ تازہ کرامات تو ہوگی آخر

[*] اصل مین یہ شعر نظیری کا ہے ۱۲ منہ

بوڑھے غمزوں میں کوئی بات تو ہوگی آخر

دوستو کیا تمہیں سچ مچ تھا یہ شوقِ تقلید
کیا یہ سمجھے تھے کہ پردہ کوئی ہوگا رنگین
نظر آئیگی جو سوتی ہوئی اک زہرہ جبین
آئیگا پھول کے لینے کو ارم کا گلچین

قوم کی بزم کو یوں کھیل تماشا سمجھے
ہائے گر آپ یہ سمجھے بھی تو بیجا سمجھے

ہائے افسوس کہ ہو قوم تو یوں خستہ و زار
مرض الموت میں جس طرح سے کوئی بیمار
نہ معالج ہو کوئی پاس نہ سر پر غمخوار
نظر آئے ہوں دمِ نزع کے سارے آثار

واں تو یہ حال کہ مرنے میں بھی کچھ دیر نہیں
آپ ادھر سیرِ تماشے سے ابھی سیر نہیں

[illegible] غم ہے یہاں نغمۂ عشرت کیسا
ہے یہ عبرت کا سماں جوشِ مسرت کیسا
ہے جنوں خیز یہ ہنگامۂ عبرت کیسا
قوم کا حال ہے غفلت کی بدولت کیسا

ہے عجب سیر اگر دیدۂ بینا دیکھے
دیکھنا ہو جسے عبرت کا تماشا دیکھے

ہائے کیا سین ہے یہ بھی کہ گروہِ شرفا
صاحبِ [illegible] تھے جنکے آبا
قوم کی عقدۂ مشکل کے جو ہیں عقدہ کشا
ایکٹر بنکے وہ اسٹیج پہ ہیں جلوہ نما

قوم کے خوابِ پریشاں کی یہ تعبیریں ہیں
ایکٹر یہ نہیں عبرت کی یہ تصویریں ہیں

بانیِ مدرسہ وہ سیدِ والا گوہر
وہ فنجنگ کمیٹی کے معزز ممبر
شبلیِ غمزدہ وہ شاعرِ اعجاز اثر
اور یہ نوبادۂ اقبال کے سب [illegible]

نہ تکلف کے کچھ انداز نہ کچھ جاہ کی شان
بزم میں آئے ہیں اس حال سے شبلی کی شان

اپنی رتبوں کا کچھ انکو دھیان نہ کچھ عزت کا پاس
دوستوں سے نہ جھجک اور نہ دشمن سے ہراس
گرچہ سب کہتی ہیں حاصل نہیں کچھ بھی جز یاس
ہائے کیا دھن ہے کہ پھر بھی نہیں ٹوٹی ہے آس

عرضِ مطلب کی ہے تصویر سراپا انکا
ہاتھ خود کاسۂ دریوزہ ہے گویا انکا

انکا ہر لفظ ہے اک مرثیۂ جاں فرسا
قوم کی شان دکھا دیتی ہے ایک ایک ادا
دیکھ اے قوم جو ابتک ہو نہ تو نے دیکھا
اپنی بگڑے ہوے انداز کا پورا خاکا

گرچہ تدبیر بھی ہے تیغ کی کچھ [illegible]
ہے مگر حالت بھی [illegible] جاتی

یوں بھلا انکو تو ہم دل سے بھلا بیٹھے ہیں
[illegible]
وہ بھی اک دن تھا کہ جس سمت سے ہوتا تھا گزر
ساتھ [illegible]

تو کبھی روم میں قیصر کو مٹا کر آئی
کبھی یوروپ میں نئے فتنے اٹھا کر آئی

تجھے تقویم نہیں تیری دولت و اقبال و حشم
تیری حملوں سے دہل جاتا تھا سارا عالم
ایشیا کا جو کیا تو نے مرقعِ برہم
جا کے یوروپ کے افق پر بھی اڑایا پرچم

کردیا دفترِ تاتار کو ابتر تو نے
نیزہ گاڑا تھا جگرگاہِ تتر پر تو نے

کون تھا جس نے کیا فارس و یونان تاراج
کسکی آمد میں فدا کردیا [illegible]
کسکو کسریٰ نے دیا تخت و زر و افسر و تاج
کسکے دربار میں تاتار سے آتا تھا خراج

تجھپہ اے قوم اثر کرتا ہے افسوں جنکا
یہ وہی تھے کہ رگوں میں ہے ترے خوں جنکا

ہم نے مانا بھی کہ دل سے یہ بھلا دیں قصے
یہ سمجھ لیں کہ ہم ایسے ہی تھے ابتک جیسے
یہ بھی منظور ہے ہمکو کہ ہمارے بچے
دیکھنے پائیں نہ تاریخِ عرب کے صفحے

کبھی بھولے بھی سلف کو نہ کریں یاد مگر
یادگاروں کو زمانے سے مٹاویں کیونکر

مرو و شیراز و صفاہان وہ زیبا منظر
بیت حمرا کے وہ ایوان وہ دیوار و در
مصر و غرناطہ و بغداد کا ایک ایک کھنڈر
اور وہ دہلیِ مرحوم کے بوسیدہ کھنڈر

انکے ذرّوں میں جھلکتے ہیں وہ جوہر ابتک
داستانیں انھیں سب یاد ہیں ازبر ابتک

انسے سنلے کوئی افسانۂ یارانِ وطن
یہ دکھا دیتی ہیں آنکھوں کو وہی خوابِ کہن
تیری ہی نام کا اے قوم یہ گاتے ہیں بھجن
تیرے ہی نغمۂ پردرد کی ہیں یہ [illegible]

پوچھتا ہے جو کوئی ان سے نشانی تیری
یہ سنا دیتے ہیں سب رام کہانی تیری

تمت